نیز مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی، مولانا امین احسن صاحب اصلاحی اور میاں طفیل محمد صاحب کو امیر جماعت نے خاص طور پر شریک کیا۔ قاضی حمید اللہ صاحب بیماری کی وجہ سے نہ آسکے۔ کیونکہ وہ ان دنوں میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھے۔ مولانا حکیم عبداللہ صاحب رجھانیہ، نہ تشریف لائے اور نہ ان کی طرف سے کوئی اطلاع موصول ہوئی۔

مجلس شوریٰ کے کل آٹھ اجلاس ہوئے۔ جن میں بجز خان سردار علی خان صاحب کے جو اختلاج قلب کے دورے کی وجہ سے پہلے اجلاس کے فوراً بعد واپسی پر مجبور ہو گئے، کم و بیش سارے ارکان شریک رہے۔ ان اجلاسوں میں حسب ذیل کارروائی ہوئی۔

کارروائی کا آغاز سب سے پہلے یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ اجلاس کی کارروائی آئینی حیثیت سے جناب محمد عبدالجبار غازی صاحب، مولانا عبدالغفار حسن صاحب اور مولانا مسعود عالم ندوی صاحب میں سے کس کی صدارت میں چلنی چاہیئے؟ یہ الجھن اس لئے پیش آئی کہ غازی صاحب نے اپنی صحت کی خرابی کے حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے مولانا عبدالغفار حسن صاحب کو عارضی طور پر اپنا نائب مقرر کیا۔ اس کے بعد جب مستقبل قریب میں خاطر خواہ حد تک صحت کے سنبھلنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو امارت سے استعفیٰ دیدیا۔ تاکہ جماعت اپنے حسب منشا نئے امیر کا انتخاب کرے۔ اسی دوران میں سابق مجلس شوریٰ کی میعاد ختم ہو گئی اور مولانا عبدالغفار حسن صاحب کی نیابت کے زمانے میں نئی مجلس شوریٰ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس مجلس شوریٰ نے غازی صاحب کا استعفیٰ منظور کر کے مولانا مسعود عالم صاحب کو جماعت کا امیر تجویز کیا۔ مولانا مسعود عالم صاحب کی امارت کے بارے میں ارکان جماعت سے استصواب ہونا ابھی جاری ہی تھا کہ مجلس کا یہ اجلاس منعقد کرنا پڑا۔ اس لئے آئینی حیثیت سے یہ مسئلہ غور طلب تھا کہ اس وقت آئینی و قانونی حیثیت سے جماعت کے امیر مذکورہ بالا تینوں حضرات میں سے کون صاحب ہیں؟

مسئلے کے سارے پہلوؤں پر دیر تک غور و بحث کے بعد بالاتفاق طے ہوا کہ اس وقت آئینی اور قانونی حیثیت سے جماعت کے امیر مولانا مسعود عالم صاحب ہی ہیں الا یہ کہ ارکان جماعت کی اکثریت ان کی امارت قبول کرنے سے انکار کر دے۔ چنانچہ اجلاس کی باقاعدہ کارروائی مولانا موصوف کی صدارت میں شروع ہوئی۔

امارت کی تبدیلی اب مجلس کے اس اجلاس کے ایجنڈے کا سوال سامنے آیا۔ امیر جماعت نے فرمایا۔ کہ جماعت

ان تین احباب کی رہائی سے ملک اور جماعت کے حالات وضروریات میں بہت بڑا تغیر واقع ہوا ہے۔ کئی مسائل جن پر ہم اب تک اپنی قوت صرف کرتے رہے ہیں ختم ہو گئے ہیں۔ اور بہت سے نئے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ اس پہلے اجلاس میں ان سب کا جائزہ لے کر ایجنڈا مرتب کر لیجئے۔ پھر اس پر غور وخوض کا کام شام کے اجلاس سے شروع کریں گے۔

مگر قبل اس کے کہ ایجنڈے کی ترتیب پر کوئی باقاعدہ گفتگو شروع ہو امیر جماعت (مولانا مسعود عالم صاحب) نے فرمایا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی اور مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کو اب پھر ہمارے درمیان لے آیا ہے۔ اور وہ دونوں اس منصب کے لئے مجھ سے بہت زیادہ اہل ہیں۔ اس لئے میں بخوشی امارت کے منصب سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اور میں اپنی جگہ مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا نام امارت کے لئے تجویز کرتا ہوں۔

مولانا کی اس تجویز پر اعتراض ہوا۔ کہ چونکہ امارت کا منصب خالی نہیں ہے اس لئے اس کے لئے کسی شخص کا نام تجویز کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اگر امیر جماعت کی رائے میں امارت میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ تو وہ پہلے اپنا استعفےٰ باقاعدہ پیش کریں۔ پھر اگر مجلس شوریٰ اس کو منظور کرے تو یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ نیا امیر کس کو منتخب کیا جائے۔ اس پر امیر جماعت (مولانا مسعود عالم صاحب) نے حسب ذیل تجویز مجلس شوریٰ کے سامنے پیش کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عاجز مجلس شوریٰ کے سامنے امارت سے بخوشی دستبرداری کا اظہار کرتا ہے۔ امید ہے کہ مجلس شوریٰ اس کی توثیق کر کے مجھے سبکدوش کر دے گی۔ والسلام۔

عاجز

شنبہ ۲۳-۸-۶۹ھ
۱۰-۶-۵۰ء

دستخط (مولانا) مسعود عالم ندوی

مجلس شوریٰ نے مولانا کے اس استعفیٰ کو باتفاق قبول کر لیا۔ اس کے بعد پھر مولانا مسعود عالم صاحب نے مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا نام امارت کے لئے تجویز کیا۔ مولانا کی اس تجویز کو بھی مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر قبول کر لیا۔ اب ضرورت تھی کہ مولانا مودودی صاحب بھی اس تجویز سے اتفاق کریں اور مجلس شوریٰ کی اس پیشکش

کو قبول کریں۔ چنانچہ مجلس کی طرف سے مولانا مودودی صاحب سے درخواست کی گئی کہ وہ اس منصب کو پھر قبول کر کے ملک، ملت کو بالعموم اور جماعت کو بالخصوص اپنی خداداد قابلیتوں سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع دیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ان کی یہ امارت اس وقت تک عارضی تصور ہوگی۔ جب تک کہ جماعت کی طرف سے اس کی عمومی توثیق نہ ہو جائے۔ اور یہ توثیق ارکان جماعت کے آئندہ اجتماع عام میں (جو جلد از جلد منعقد کیا جانا چاہیئے) ارکان جماعت سے براہ راست کرائی جائے گی۔

اس طرح مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی امارت عارضی طور پر منظور ہو جانے کے بعد اب مجلس شوریٰ کی کارروائی مولانا موصوف کی صدارت میں شروع ہوئی۔

قیم جماعت کی تبدیلی مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے امارت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد ملک غلام علی صاحب کے بجائے طفیل محمد کو قیم جماعت اسلامی پاکستان مقرر کیا اور ملک غلام علی صاحب نے سارے کاغذات ان کے حوالے کر دیئے اور اجلاس سے اُٹھ جانے کی اجازت چاہی کیونکہ وہ محض بحیثیت عہدہ ہی مجلس کے رکن تھے۔ مگر امیر جماعت نے انہیں اس اجلاس میں بطور خاص شریک رہنے کا حکم دیا۔ تاکہ جماعت سے متعلق ان کی معلومات سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

اس کے بعد امیر جماعت نے مجلس شوریٰ کے اتفاق سے مولانا امین احسن صاحب اصلاحی اور جناب محمد عبدالجبار صاحب غازی کو مجلس کا رکن مقرر کیا۔ اور اب ایجنڈے کی ترتیب کی کارروائی شروع ہوئی۔ ایجنڈا مرتب کر کے یہ اجلاس برخاست کر دیا گیا۔ تاکہ ارکان اگلے اجلاس تک اس پر غور کریں۔

مجلس شوریٰ کی قراردادیں اور فیصلے

اس کے بعد ۱۰ رجون ۱۹۵۶ء کی سہ پہر سے ۱۴ رجون دوپہر تک مجلس شوریٰ کے سات اجلاس منعقد ہوئے جن میں ایجنڈے کی ایک ایک شق پر تفصیل کے ساتھ غور کیا گیا اور ان کے تمام پہلوؤں پر بحث ہوئی۔ ایجنڈا کی مختلف شقیں اور ان پر مجلس کے فیصلے درج ذیل ہیں۔

قرارداد نمبر ۱:

دستور ساز اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے نئے انتخابات کی ضرورت

جماعت اسلامی پاکستان کی مجلس شوریٰ ملک کے حالات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد ایک مرتبہ پھر اپنے اس فیصلے کی توثیق کرتی ہے کہ اس ملک کی موجودہ قیادت اپنی ناکامی اور نا اہلی پوری طرح ثابت کر چکی ہے اور یہاں کسی خیر کی توقع اس وقت تک نہیں کی جا سکتی جب تک کہ یہ قیادت ایک صالح اور اہل تر قیادت سے نہ بدل جائے۔

اس پاکستان کے قیام کا مطالبہ اول روز سے اس بنیاد پر کیا گیا تھا کہ غیر منقسم ہندوستان کے مسلمان اسلامی زندگی کو عملاً بروئے کار لانے کے لئے اپنی ایک آزاد مملکت چاہتے تھے۔ موجودہ قیادت کو مسلمانوں کی مکمل اجتماعی تائید اس وجہ سے حاصل ہوئی تھی کہ اس نے ان کے اس قومی نصب العین کے حصول کی امید انہیں دلائی تھی۔ مگر جب پاکستان قائم ہو گیا تو اس مملکت کے اسلامی ریاست ہونے کا اعلان جو اول روز ہی ہوتا چاہئے تھا مسلسل ۱۸ مہینے تک ٹالا جاتا رہا۔ ہر طرح کوشش کی گئی کہ اس سے پہلو بچایا جائے اور اسے ایک غیر دینی جمہوری ریاست قرار دینے کا موقع نکل آئے۔ نظام اسلامی کے قیام کا مطالبہ کرنے والوں کو دبانے کے لئے جھوٹ، فریب، سازش اور ظلم کے تمام غیر اخلاقی اور غیر آئینی ہتھیار استعمال کر ڈالے گئے۔ اور جو لوگ اس مطالبہ میں پیش پیش تھے ان کو طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگا کر جیل بھیج دیا گیا۔ پھر جب ان تدبیروں کے باوجود یہ مطالبہ نہ دب سکا اور مسلمانان پاکستان بالاتفاق پوری قوت کے ساتھ اس کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تب دستور ساز اسمبلی میں ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو وہ قرارداد مقاصد پاس کی گئی جو دراصل ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پاس ہونی چاہئے تھی۔ لیکن اس قرارداد کی منظوری پر پورے پندرہ مہینے گزر جانے کے بعد بھی آج ہم اس ملک کو اور اس کے نظام کو ٹھیک اسی مقام پر پاتے ہیں جہاں سابق غیر مسلم اقتدار کے زمانہ میں تھا۔ کوئی ایک قدم بھی نظام اسلامی کو عملاً برپا کرنے کے لئے نہیں اٹھایا گیا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس جو قدم بھی اٹھ رہا ہے الٹی سمت میں اٹھ رہا ہے اور موجودہ قیادت کے کارفرما زبان سے اسلام اسلام پکارتے ہوئے بالفعل حاکمانہ قوتیں اور ریاست کے وسیع ذرائع اس ملک میں غیر اسلامی خیالات، غیر اسلامی اخلاق اور غیر اسلامی تہذیب و تمدن کو رواج دینے میں صرف کئے چلے جا

رہے ہیں۔ مزید برآں، قرارداد مقاصد کے منشا کے مطابق ایک اسلامی دستور کی تشکیل کا پورا کام ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو چاہے جو کچھ بھی جانتے ہوں بہرحال اسلام اور اس کے آئین و قانون کو نہیں جانتے۔ دستور ساز اسمبلی میں اب تک جتنی جگہیں خالی ہوئیں ان میں سے کسی کو بھی پر کرنے کے لئے کسی عالم دین کا انتخاب نہیں کیا گیا۔ حتیٰ کہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مرحوم و مغفور کی جگہ پر بھی کسی عالم دین کو لینے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے محض ایک مجلس تعلیمات اسلامیہ کا ضمیمہ لگا دیا گیا جس کی کوئی حیثیت اس کے سوا نہیں ہے کہ ایک سرکاری محکمہ ہے جو محض دریافت کردہ مسائل پر اپنی رائے عرض کر دیتا ہے۔ اسے نہ خود کوئی تجویز پیش کرنے کا حق حاصل ہے اور نہ اس کی رائے کے پیچھے کوئی طاقت ہے۔ بلکہ پبلک کو یہ معلوم ہونے کا بھی کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ کسی مسئلے میں اس سے کیا پوچھا گیا اور اس نے کیا رائے دی۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ فی الواقع قرارداد مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کا کوئی ارادہ موجود نہیں ہے اور جب تک موجودہ قیادت برقرار ہے یہ قرارداد صرف ایک دھوکے کی ٹٹی کا کام دیتی رہے گی۔

۲:۔ باوجودیکہ اس ملک کو عام باشندوں کی متحدہ کوششوں اور قربانیوں کی بدولت ایک آزاد مملکت کی حیثیت حاصل ہوئی ہے۔ اور آزادی کے اختیارات استعمال کرنے کا اصل حق عوام ہی کو پہنچتا ہے لیکن عملاً وہ تمام اختیارات جو آزادی کے بعد تاج برطانیہ سے منتقل ہوئے تھے ایک مٹھی بھر حکمران گروہ نے خود اچک لئے ہیں، عوام کی طرف انہیں منتقل نہیں ہونے دیا گیا ہے۔ ۱۹۳۵ء کا دستور جس پر قیام پاکستان کے بعد ملک کا نظم قائم کیا گیا، بجائے خود ایک غیر جمہوری دستور تھا۔ جس میں اصل منبع اقتدار باشندگان ملک نہ تھے، بلکہ تاج برطانیہ تھا۔ قیام پاکستان کے بعد اس دستور میں اگر کوئی تغیر ہوا تو وہ صرف یہ تھا کہ جو شاہانہ اختیارات پہلے برطانیہ کے تاج کو حاصل تھے، وہ جوں کے توں پاکستان کی مرکزی حکومت کو حاصل ہو گئے۔ اس دستور میں کوئی ایسی ترمیم نہیں کی گئی جس سے وہ پہلے کی بہ نسبت کچھ زیادہ جمہوری ہو جاتا اور حکومت کے اختیارات میں عوام کسی حد تک حصہ دار ہو جاتے۔ بلکہ اس کے برعکس اس کے اندر مسلسل ایسی ترمیمات کی جاتی رہی ہیں، جو مرکزی حکومت کی شاہانہ مطلق العنانی کو انگریزی دور سے بھی زیادہ بڑھاتی چلی جاتی ہیں۔ یہ حکومت جس مجلس کے سامنے جواب دہ ہے وہ پہلے ہی مرکز کے موجودہ حکمرانوں کی ساختہ و پرداختہ تھی۔ اب اس کو

مختلف طریقوں سے مکمل طور پر تابع فرمان بنا لیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ صرف ایک مہر لگانے کی مشین بن کر رہ گئی ہے جس کا کوئی کام اس کے سوا نہیں ہے کہ چند برسراقتدار اشخاص کے فیصلوں کو سند توثیق عطا کرتی رہے۔ یہ مجلس جو کبھی دستور ساز اسمبلی کی حیثیت سے کام کرتی ہے اور کبھی پارلیمنٹ کی حیثیت سے اب قطعی طور پر ایک غیر نمائندہ مجلس بن چکی ہے۔ اس کے ذریعہ سے عوام کی خواہشات کا حکومت کے فیصلوں پر اثر انداز ہونا تو درکنار، ٹھیک ٹھیک ظاہر ہونا بھی ممکن نہیں رہا ہے۔ اور اس کی ہیئت ترکیبی کو اتنا بگاڑ دیا دیا گیا ہے کہ اب جو جگہیں بھی اس میں خالی ہوتی ہیں یا خالی پیدا کی جاتی ہیں ان پر عوام کے منتخب کردہ نمائندوں سے نہیں بلکہ چیدہ چیدہ برسراقتدار لوگوں کے نامزد کیے ہوئے لوگوں سے پُر کیا جا رہا ہے اس طرح اس ملک میں جمہوریت جو پہلے ہی برائے نام تھی عملاً بالکل ختم کر دی گئی ہے اور آگے جو قدم بھی اٹھ رہا ہے قطعی ڈکٹیٹرشپ ہی کی طرف اٹھ رہا ہے۔

۴:- ایسی ہی صورتِ حال صوبوں میں بھی پائی جاتی ہے جسٹس ۱۹۷۳ء کے دستور کی رو سے اصل اختیارات مرکز کے ہاتھ میں ہیں اور صوبوں کی خود اختیاری محض مرکز کے عطیہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم جیسی کچھ بھی خود اختیاری اس دستور میں صوبوں کو دی گئی ہے وہ بھی اب صوبوں کے باشندوں سے سلب کی جا چکی ہے اور عملاً اس سے صرف ایک مخصوص پارٹی کے لوگ متمتع ہو رہے ہیں جو دراصل صوبوں میں مرکز کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ پنجاب میں آئین معطل ہے۔ مرکز کا مقرر کیا ہوا گورنر، جو ایک پارٹی کا آدمی ہے چند غیر نمائندہ مشیروں کی مدد سے حکومت کر رہا ہے اور نئے انتخابات کو اس غرض کے لئے ٹالا جا رہا ہے۔ کہ برسراقتدار پارٹی کی کامیابی کے امکانات پیدا کر لئے جائیں۔ بلوچستان میں جمہوریت ابتدا ہی سے مفقود تھی۔ اور اب بھی مفقود ہے۔ سرحد میں سراسر جبر اور غیر آئینی ہتھکنڈوں سے برسراقتدار پارٹی نے اسمبلی میں اکثریت پیدا کی ہے اور اب یہ مصنوعی اکثریت ناجائز عطیوں اور بخششوں کے ذریعہ سے برقرار رکھی جا رہی ہے۔ سندھ اور مشرقی پاکستان میں بظاہر صوبائی اسمبلیاں کام کر رہی ہیں۔ لیکن ایک پارٹی کی حکومت کے تمام عیوب اور نقصانات وہاں پوری طرح رونما ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام صوبوں کا نظم و نسق ہر حیثیت سے رو بتنزل ہے۔ رشوت، اقربا پروری اور دوست نوازی، اور بے انصافی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اور عوام کی مشکلات

کو حل کرنے کے لئے در حقیقت کوئی کارگر کوشش نہ اب تک ہوئی ہے نہ ایسے حالات میں آئندہ ہو سکتی ہے

۴ :۔ ان سب پر مزید وہ غیر جمہوری، غیر اخلاقی اور غیر آئینی تدبیریں ہیں جو سیاسی طاقت پر برسر اقتدار پارٹی کا اجارہ قائم رکھنے کے لئے اختیار کی جا رہی ہیں۔ ایک طرف حکومت نے فرنیچر کرائمز، گورنمنٹس اور صوبوں اور مرکز کے سیفٹی ایکٹ اور سیفٹی آرڈی ننس جیسے ہتھیاروں سے اپنے آپ کو مسلح کر رکھا ہے تاکہ جو شخص، یا اخبار یا جماعت بھی اس کے قاہرانہ استبداد کو چیلنج کرے اس کی سرکوبی کردی جائے۔ دوسری طرف ملک میں آزاد صحافت کو ختم کرنے کے لئے طرح طرح کی شرمناک ریشہ دوانیاں کی جا رہی ہیں اور خبر رسانی کے ذرائع پر سرکاری تسلط قائم کر دیا گیا ہے۔ تاکہ ٹھیک ٹھیک خطائی طرز پر پبلک کے ذہن کو حکومت کے قبضے میں لے لیا جائے۔ اور لوگوں کے کان میں کوئی بات سرکاری منشا کے خلاف پڑنے ہی نہ دی جائے۔ تیسری طرف حکومت کے ذرائع و وسائل کو اور سرکاری محکموں اور سرکاری ملازموں کو برسر اقتدار پارٹی کے مفاد کے لئے اور دوسری جماعتوں کی راہ روکنے کے لئے اس طرح کھلے بندوں استعمال کیا جا رہا ہے کہ گویا پبلک فنڈس اس پارٹی کے فنڈس ہیں اور سرکاری ملازم اس پارٹی کے ملازم۔ اس طرح ایسے حالات پیدا کئے جا رہے ہیں۔ جن میں پرامن جمہوری اور آئینی طریقوں سے حکومت کو تبدیل کرنا قطعی ناممکن ہو جائے گا۔ اور تغیر کے لئے صرف انقلابی طریقے ہی ممکن العمل رہ جائیں گے جن کا استعمال مشکل ہی سے کسی ملک کے لئے سبب خیر ہو سکتا ہے

۵ :۔ خارجی سیاست کے معاملہ میں بھی اس گروہ کا طرز عمل بنیادی طور پر غلط، غیر آئینی اور سخت تشویشناک ہے۔ نازک سے نازک اور اہم سے اہم بین الاقوامی معاملات میں بھی کوئی پالیسی بناتے وقت یا کوئی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے، نہ تو رائے عامہ کا کوئی لحاظ کیا جاتا ہے اور نہ پارلیمنٹ ہی سے استصواب کرنے کی کوئی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ چند آدمی بالکل اپنے ذاتی کاروبار کی طرح ایسے ایسے معاملات طے کر ڈالتے ہیں۔ جن کے نتیجے میں یہ ملک کسی جنگ میں مبتلا ہو سکتا ہے، یا بھاری مالی ذمہ داریوں سے زیر بار ہو سکتا ہے یا شدید سیاسی و معاشی الجھنوں میں پڑ سکتا ہے۔ علاوہ بریں خارجی پالیسی کے معاملہ میں اس گروہ نے جس بے اصولی اور ابن الوقتی کا رویہ اختیار کر رکھا ہے، وہ اخلاقی حیثیت سے بھی

اور حکمت عملی کے نقطۂ نظر سے بھی اس ملک کے وقار اور مفاد کو سخت نقصان پہنچانے والا ہے

ان وجوہ سے مجلس شوریٰ کی رائے میں یہ ضروری ہے کہ ملک کی مرکزی پارلیمنٹ اور دستور ساز اسمبلی کے لئے اور تمام صوبوں کی اسمبلیوں کے لئے از سر نو عام انتخابات کئے جائیں اور ان میں موجودہ برسر اقتدار گروہ کی نسبت زیادہ صالح اور اہل آدمیوں کو منتخب کرنے کی کوشش کی جائے۔ جماعت اسلامی کی یہ دلی خواہش تھی کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں اس وقت زمام کار ہے وہی اپنے طرزِ عمل کو درست کر لیتے اور ایسے حالات نہ پیدا کرتے جن کی بنا پر انہیں ہٹانے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ لیکن افسوس ہے کہ اصلاحِ حوال کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ اور اس امر کی کوئی امید باقی نہیں رہی کہ ان کا رویہ درست ہو جائے گا۔ لہٰذا اب قرار داد مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور ملک کو ڈکٹیٹر شپ کے اور روز افزوں فسق و فجور اور اخلاقی بگاڑ کے خطرے سے بچانے کے لئے اور نظم و نسق کی مہلک خامیوں کو دور کرنے کے لئے اور ملک کو بین الاقوامی الجھنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے سوا کوئی صورت باقی نہیں رہی ہے۔ کہ عام انتخابات کے ذریعہ سے بہتر لوگوں کو برسر کار لانے کی کوشش کی جائے۔ یہ کام چونکہ مقصدی اہمیت رکھتا ہے اس لئے مجلس شوریٰ کی رائے میں جماعت اسلامی کو اور ملک کی دوسری تمام خیر خواہ جماعتوں کو یہ کوشش کرنی چاہئیے کہ ایک طرف تو باشندگان ملک میں نئے انتخابات کی ضرورت کا عام احساس ہو یہاں تک کہ انتخابات کا مطالبہ اس زور اور متحدہ طاقت کے ساتھ اٹھ سکے جس کے ساتھ اس سے پہلے نظام اسلامی کا مطالبہ اٹھ چکا ہے اور دوسری طرف عوام الناس میں ٹھیک ٹھیک اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق صالح قیادت اور غیر صالح قیادت کی تمیز پیدا ہو جائے تاکہ وہ آئندہ انتخابات میں جب کبھی وہ منعقد ہوں بہتر لوگوں کو منتخب کر سکیں۔

قرارداد نمبر ۲:-

جاگیرداروں اور زمینداروں کا مسئلہ مجلس شوریٰ جماعت اسلامی پاکستان اس بات پر نہایت افسوس اور تشویش کا اظہار کرتی ہے کہ جب قرار داد مقاصد پاس کر کے یہ مملکت اپنے لئے اسلام کو بحیثیت ایک نظامِ زندگی کے قبول کر چکی ہے تو پھر جاگیرداری اور زمینداری کے مسئلے کو اسلام کے مطابق حل کرنے میں تساہل سے کام لے کر ایسے حالات کیوں پیدا کئے جا رہے ہیں جن سے اس ملک میں طبقاتی جنگ کی آگ بھڑک اٹھنے کا خطرہ روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے قرار داد مقاصد کے بعد اس ملک میں ایسے نظریات کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔ جن کا مقصد ذرائع پیداوار کی ملکیت کو ختم کر کے ان پر اجتماعی ملکیت قائم کر دینا ہو۔ یا جن کی رو سے معاشی ذرائع کو وقتاً فوقتاً کسی ضابطے کے بغیر تقسیم

کرنا تجویز کیا جائے جس میں افراد کی جائز اور ناجائز ملکیتوں کے درمیان اسلامی شریعت کے مقرر کئے ہوئے امتیاز کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ یہ مملکت پہلے ہی اس بات کو طے کر چکی ہے کہ یہاں جو کچھ بھی کیا جائے گا حدود اللہ کے اندر رہ کر کیا جائیگا اور اجتماعی عدل و انصاف کے قیام میں ان اصولوں کی پیروی کی جائے گی جو اسلام نے ہم کو دیئے ہیں۔ لہٰذا قبل اس کے کہ جاگیرداری و زمینداری کا مسئلہ ایک خطرناک طبقاتی کشمکش کی صورت اختیار کر جائے، یہ بات نہایت ضروری ہے کہ جلدی سے جلدی علمائے شریعت اور مسائل زمین سے واقفیت رکھنے والے تجربہ کار لوگوں کی ایک ایسی مجلس مقرر کی جائے جو زمینداروں اور جاگیرداروں کے بارے میں پوری تحقیق کر کے یہ طے کرے کہ شریعت اسلامیہ کی رو سے کن لوگوں کو زمینوں پر جائز حقوق ملکیت حاصل ہیں اور کن کو نہیں ہیں۔ پھر جن کے حقوق ثابت نہ ہوں ان کی ناجائز ملکیتوں کو بلا معاوضہ ختم کر دیا جائے، ان کی املاک کو مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ان کے لئے صرف اس بات کا انتظام کیا جائے کہ وہ اپنے ذرائع معیشت سے بالکل محروم ہو کر نہ رہ جائیں۔ اور جن کے حقوق شرعاً ثابت ہوں ان کی ملکیتوں کو برقرار رکھتے ہوئے انہیں ایسے حدود کا پابند بنایا جائے جن سے وہ اپنی املاک کا صرف جائز فائدہ اٹھا سکیں اور اپنے مزارعین پر ظلم کرنے کے قابل نہ رہیں۔ مجلس شوریٰ کی رائے میں زمینداری و جاگیرداری کے مسئلے کو اسلامی طریقے پر حل کرنے کی صرف یہی ایک صورت ہے اور اس پر بلا تاخیر عمل ہونا چاہئے۔

اس کے ساتھ مجلس شوریٰ یہ بھی طے کرتی ہے کہ حکومت کی طرف سے کسی ایسی تحقیقاتی مجلس کے قیام کا اور اس کے نتائج تحقیق کا انتظار کئے بغیر جماعت اسلامی کے کارکن جہاں جہاں بھی موقع پائیں طبقاتی جنگ کو روکنے اور مالکان زمین اور مزارعین کو اسلامی عدل پر جمع کرنے کے لئے حسب ذیل طریقے پر عملاً کام شروع کر دیں۔

۱۔ ہر علاقے کے کارکن اپنے علاقے کے مزارعین اور مالکان زمین سے ملیں اور ان کو طبقاتی جنگ کے برے نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ شریعت اسلامیہ کی رو سے ان میں سے ہر ایک کے بحیثیت مالک اور بحیثیت مزارع کیا حقوق اور فرائض ہیں۔

۲۔ مالکان زمین کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ایک طرف تو اپنی املاک کو ان کے شرعی وارثوں میں بخوشی تقسیم کر دیں جو اس وقت زندہ موجود ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے مزارعوں کے ساتھ انصاف، ہمدردی اور محبت کا برتاؤ کریں۔ اور ان سے صرف وہ حقوق وصول کرنے پر قناعت کریں۔ جو شریعت کی رو سے انہیں حاصل ہیں

۳۔ مزارعین کو بھی اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ جھوٹے انقلابی نعروں کے نشے میں مبتلا نہ ہوں۔ اور اپنے جائز شرعی حقوق سے زیادہ کسی چیز کے حاصل کرنے پر اصرار نہ کریں۔

۴۔ اگر کسی علاقے کے مالکانِ زمین تبلیغ و تفہیم سے اپنے ظالمانہ طریقے چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوں تو مزارعین کو منظم کر کے ایسی تدبیریں اختیار کی جائیں جن سے ظلم کا مقابلہ کیا جا سکے۔

۵۔ جہاں غلط قسم کے انقلابی نعروں نے مزارعین کے کسی عنصر کو راہ راست سے ہٹا دیا ہو وہاں حق پسند مزارعین کی تنظیم کے ذریعے اس امر کی کوشش کی جائے کہ ان کے بھٹکے ہوئے بھائی بھی راہ راست قبول کریں۔

۶۔ مزارعین اور زمینداروں دونوں میں صحیح اسلامی تعلیم پھیلائی جائے۔ ان کے درمیان معاشرتی مساوات اور اخوت کے جذبات پیدا کئے جائیں۔ اور ہر جگہ یہ کوشش کی جائے کہ پوری آبادی نماز باجماعت کی پابند ہو۔ زمینداروں کو اور بستیوں کے دوسرے خوشحال لوگوں کو بھی فریضۂ زکوٰۃ یاد دلایا جائے اور ایسا انتظام کیا جائے کہ ایک ایک بستی کی زکوٰۃ ایک جگہ جمع ہو کر منظم طریقہ سے مستحقین میں تقسیم ہونے لگے۔

۷۔ رشوت کا استیصال کرنے کے لئے اجتماعی کوشش کی جائے۔ لوگوں سے اس بات کا عہد لیا جائے کہ وہ متفق ہو کر سرکاری ملازمین کو رشوت دینا قطعی بند کر دیں گے۔

۸۔ زمینداروں کو تلقین کر دی جائے کہ وہ مزارعین پر ظلم کرنے کے لئے سرکاری آدمیوں سے کام نہ لیا کریں اور مزارعین کے خلاف اپنی جائز شکایات کا تدارک اس تنظیم کے ذریعہ سے کرائیں جو زرعی معاملات کی اصلاح کے لئے جماعت اسلامی قائم کر رہی ہے۔ اس تنظیم میں ایسے زمینداروں کو بھی شامل کیا جائے جو اصلاح قبول کر لیں۔ اور کوشش کی جائے کہ ہر جگہ اس تنظیم کے ماتحت مجالس مصالحت قائم کر دی جائیں۔

۹۔ دیہاتی علاقوں میں مہاجرین اور مقامی آبادی کی کش مکش کو ردکا جائے اور پوری کوشش کی جائے کہ یہ دونوں عنصر باہم گھل مل جائیں اور ایک دوسرے کے معاون و مددگار رہیں۔

۱۰۔ جو لوگ ملک کی موجودہ معاشی ناہمواریوں اور اجتماعی بے انصافیوں پر مضطرب ہیں ان کے ذہن میں یہ حقیقت اچھی طرح بٹھا دی جائے کہ ان کی مشکلات کا مستقل اور مکمل حل اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ یہاں خالص اسلام کی بنیادوں پر ایک نظام حکومت قائم ہو۔ اور اس کی زمام کار صالح لوگوں کے ہاتھ میں دی جائے۔ اس لئے

انہیں اصلاح احوال کی وقتی تدبیروں ہی پر قناعت نہ کرلینی چاہیئے بلکہ اس جدوجہد میں عملاً حصہ لینا چاہیئے جو بحیثیت مجموعی پورے ملک کے نظام کو تبدیل کرنے کے لئے کی جا رہی ہے۔

قرارداد نمبر ۳:-

مزدوروں، پیشہ وروں اور کم تنخواہ پانے والے ملازمین کا مسئلہ

مجلس شوریٰ نے اس کانفرنس سے متعلق نعیم صدیقی صاحب کی رپورٹ پر غور کیا۔ کانفرنس کی سفارشات سے اتفاق کرتے ہوئے مجلس یہ فیصلہ کرتی ہے کہ جہاں جہاں ممکن ہو مزدوروں، چھوٹی تنخواہ پانے والے ملازموں اور پیشہ ور لوگوں کی ایسی تنظیمات قائم کی جائیں یا اگر پہلے سے موجود ہوں تو ان میں جماعت اسلامی کے کارکن شریک ہو کر ان کی ایسے طریقوں پر اصلاح کی کوشش کریں، جن میں حسب ذیل امور خاص طور پر ملحوظ ہوں۔

۱:- ان تنظیمات کے شرکاء میں اسلام کا علم پھیلایا جائے۔ ان کو اسلام کی اطاعت اور اسلامی اخلاق کی پیروی کی طرف رغبت دلائی جائے۔ ان کو اپنے حقوق کے ساتھ اپنے فرائض کا بھی احساس دلایا جائے۔ اور اس امر کی پوری کوشش کی جائے کہ ہماری کارکن آبادی میں بالعموم سچائی، ایمانداری اور فرض شناسی کے اوصاف پیدا ہوں۔

۲:- ان کے مطالبات کو اصولِ کفالت پر قائم کیا جائے اور ایسے رجحانات کا سدباب کیا جائے جن کا رخ قومی ملکیت کے تصور کی جانب ہے۔

۳:- ان کی تحریکات کو طبقاتی منافرت سے طبقاتی مصالحت کی طرف موڑنے کی کوشش کی جائے۔ اور اس غرض کے لئے محنت پیشہ طبقوں میں کام کرنے کے ساتھ ساتھ ان طبقوں میں بھی تو ازی کام کیا جائے جو ان سے محنت لیتے ہیں تاکہ وہ انصاف اور فیاضی کا معاملہ کرنے پر آمادہ ہوں۔ اس سلسلہ میں ہماری تمام کوششوں کا مقصود یہ ہونا چاہیئے کہ شکایات کا ازالہ صرف دباؤ پر منحصر نہ ہو بلکہ اخلاقی ذرائع کو مقدم رکھا جائے۔

۴:- جہاں شکایات کے ازالہ کے لئے دباؤ ڈالنا بالکل ناگزیر ہو وہاں اس کے لئے ایسے طریقے اختیار کئے جائیں جو تخریبی نہ ہوں، حتی الامکان مہذب اور معقول ہوں، اور جن میں پبلک کی عام ہمدردیاں محنت پیشہ طبقوں کو حاصل ہو سکیں۔"

۵:۔ محنت پیشہ طبقوں پر ظلم کی ہر صورت میں ان کا پوری طرح ساتھ دیا جائے۔ اور ظلم کرنے والوں کے خلاف رائے عامہ کو اس حد تک منظم کر دیا جائے کہ ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کا پلنا پھولنا غیر ممکن ہو جائے۔

۶:۔ ان تمام تنظیمات اور تحریکات میں یہ امر ہمیشہ کارکن طبقوں کے ذہن نشین کیا جاتا رہے کہ ان کے تمام مسائل کا حل ان جزوی تدابیر سے نہیں ہو سکتا، بلکہ پورے ملک میں ایک صحیح اسلامی نظام کے قیام ہی سے ہو سکتا ہے۔

قرارداد نمبر ۴:۔

مہاجرین کا مسئلہ مجلس شوریٰ مہاجرین کے مسئلے کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اس معاملہ میں ان ابتدائی غلطیوں سے قطع نظر جو مہاجرت کے پہلے دور میں کی گئی تھیں سر دست حکومت کی پالیسی میں تین بڑی غلطیاں پائی جاتی ہیں جن کو درست کرنے کی فوری ضرورت ہے۔

اول یہ کہ مہاجرین کی آباد کاری کے معاملہ میں کسی مستقل اور واضح پالیسی پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے، متروکہ اموال و املاک کی تقسیم میں مستحق اور غیر مستحق لوگوں کے درمیان کوئی تمیز نہیں کی گئی ہے۔ اور اکثر مستحق لوگوں کو چھوڑ کر غیر مستحق لوگوں کو مستفید کیا گیا ہے۔ پھر جو کچھ مستحقین کو دیا بھی گیا ہے، اس سے بھی وہ اطمینان کے ساتھ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ غیر مستقل الاٹمنٹ کی وجہ سے کوئی شخص بھی یہ نہیں جانتا کہ جس زمین، مکان، دوکان یا کارخانہ میں وہ بٹھایا گیا ہے اس سے وہ کب بے دخل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح پیشہ ور مہاجرین کی صنعتوں کو بحال کرنے کے لئے بھی کوئی معقول اور منظم کوشش اب تک نہیں کی گئی ہے۔ اور نہ کاشتکار مہاجرین کو اس قابل بنایا گیا ہے کہ وہ مطمئن ہو کر زراعت کر سکیں۔ نیز مالیہ اور کرایہ عائد کرنے میں بھی مہاجرین کے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ یہ صورت حال ایک طرف تو مہاجرین کے لئے پریشان کن ہے اور دوسری طرف اس سے ملک کی معیشت کو بھی سخت نقصان پہنچ رہا ہے

دوم یہ کہ جو مہاجرین حال ہی میں ہندوستان سے پاکستان آئے ہیں ان کو واپس کرنے یا واپسی پر مجبور کرنے کی پالیسی اختیار کی جا رہی ہے یہ طرز عمل حقیقت میں بڑا ہی سنگدلانہ ہے۔ اگر فی الواقع ارباب حکومت

اور دوسرا اس قوم کو یقین ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حالات بالکل درست ہو چکے ہیں اور وہ اسباب باقی نہیں رہے ہیں جن کی بنا پر یہ لوگ اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ تو زبان سے تلقین کرنے اور عملاً تنگ کر کے واپس بھیجنے کے بجائے زیادہ بہتر یہ ہے کہ پہلے وہ خود ہندوستان واپس جا کر آباد ہوں۔

سوم یہ کہ جو لوگ اب ہندوستان سے اکثر اکھڑ کر آ رہے ہیں۔ ان کے لئے پاکستان کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ اس طریق کار کے لئے خواہ کیسے ہی معقول وجوہ بیان کئے جائیں لیکن کوئی شخص اس بات کو نہیں بھول سکتا کہ قیام پاکستان کے لئے خود اہل پاکستان نے وہ قربانیاں نہیں دی ہیں جو ان لوگوں نے دی ہیں جن پر آج پاکستان کا دروازہ بند کیا جا رہا ہے۔ اور کوئی شخص اس بات کی بد نمائی کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا کہ ایک اسلامی ریاست ایسے مسلمانوں پر اپنا دروازہ بند کر رہی ہے جو اپنی جان، آبرو اور ایمان بچانے کے لئے اس کی پناہ لینا چاہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بے سرو سامان مہاجرین کی پیہم آمد پاکستان کی معیشت کے لئے نہایت پریشان کن ہے۔ لیکن اس کی روک تھام کے لئے صحیح تدبیر یہ نہیں ہے کہ آتے ہوئے لوگوں کو واپس کیا جائے اور آنے والوں کی آمد روک دی جائے بلکہ اس کی صحیح صورت صرف یہ ہے کہ ہندوستان میں وہ حالات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جن میں مسلمان مطمئن ہو کر وہاں رہ سکیں

مجلس شوریٰ کو افسوس ہے کہ جماعت اسلامی مہاجرین کے حقیقی مسائل کو حل کرنے کے لئے کوئی خدمت بجا نہیں دے سکتی۔ کیونکہ ان مسائل کا حل صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جن کے ہاتھ میں حکومت کے وسائل اور اختیارات ہوں۔ تاہم جو خدمت بحالات موجودہ یہ جماعت کر سکتی ہے کر رہی ہے۔ اور ان شاء اللہ آئندہ بھی کرتی رہے گی وہ یہ ہے کہ مہاجرین اور مقامی آبادی کی باہمی اجنبیت اور ان کے مناقشات کو رفع کر کے انہیں ایک ملت میں پیوستہ کیا جائے۔ انہیں ایک دوسرے کا بھائی اور مددگار و معاون بنا دیا جائے۔ اور ان کی عام دینی و اخلاقی اصلاح کی جائے تاکہ ان سے ایک صالح معاشرہ وجود میں آ سکے۔

قرارداد نمبر ۵:-

ریاستوں کا مسئلہ جماعت اسلامی کے پیش نظر پاکستان میں جس اسلامی نظام کا قیام ہے بعینہٖ وہی نظام وہ ان ریاستوں میں بھی دیکھنا چاہتی ہے جو پاکستان سے ملحق ہیں۔ یہ نظام خدا کی حاکمیت کے اقرار، شریعت اسلامی کے

مکمل احیاء و نفاذ، انتظام حکومت پر جمہور کے کنٹرول اور عدل و مساوات کے اسلامی تصورات پر مبنی ہے اور اس کے ساتھ شخصی استبداد، مخصوص خاندانوں کی فرمانروائی اور حکومت میں وراثت و ولی عہدی کی وہ روایات بالکل ہی بے جوڑ ہیں جو پاکستان سے ملحق ریاستوں میں اب تک جوں کی توں قائم ہیں۔ اس بنا پر مجلس شوریٰ جماعت اسلامی حکومت پاکستان کی اس پالیسی کو بنیادی طور پر غلط سمجھتی ہے کہ وہ ریاستوں میں پرانے اور فرسودہ ملوکی نظام کی ابھی تک سرپرستی کئے جا رہی ہے، اس بات کو ضروری سمجھتی ہے کہ ریاستوں کے نظم و نسق کو جلدی سے جلدی کم از کم اس سطح پر لے آیا جائے جس پر اس وقت پاکستان کا نظم و نسق قائم ہے، ان تمام تحریکات سے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے جو ریاستوں میں شخصی استبداد کو ختم کر کے ایسی حکومت قائم کرنا چاہتی ہیں، جو جمہور کے سامنے جوابدہ ہوں اور والیان ریاست کو یہ مخلصانہ مشورہ دیتی ہے کہ وہ خود اپنی غیر اسلامی ترجیحات اور ایک فاسد نظام کی خرابیوں پر اصرار کرنا چھوڑ دیں اور اپنے آپ کو اور اپنی ریاستوں کو اسلام کے اصول و قوانین کا تابع بنا دیں۔ لیکن اس کے ساتھ مجلس شوریٰ یہ رائے بھی رکھتی ہے کہ ریاستوں کے نظام میں کوئی تبدیلی اس وقت تک عملاً ممکن نہیں ہے جب تک کہ پورے پاکستان کا نظام تبدیل نہ ہو جائے۔ لہٰذا اس کے نزدیک جماعت اسلامی کے ریاستی کارکنوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مقامی اصلاحات کی مساعی سے ہمدردی رکھتے ہوئے اپنی تمام کوششوں کو نظام پاکستان کی اصلاح کی جدوجہد پر مرکوز رکھیں اور مقامی اصلاح کے لئے سعی کرنے والوں کو اس وسیع تر اصلاح کی ضرورت کا احساس دلاتے رہیں۔

قرارداد نمبر ۶:۔

منشور کی ترتیب | اب تک منشور کے سلسلے میں جو کام ہوا ہے وہ امیر جماعت کے سامنے پیش کر دیا جائے اور وہ اپنے مشورے مسودے کے حاشیہ پر نوٹ کر دیں۔ پھر ان مشوروں کی روشنی میں منشور کمیٹی اس کی تکمیل کر کے اسے امیر جماعت کو دیدے اور وہ اس کمیٹی کے مشورہ سے اسے مکمل کر لیں۔ منشور کو مجلس شوریٰ کے سامنے دوبارہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

منشور کمیٹی کے لئے حسب ذیل ارکان شوریٰ کو منتخب کیا گیا۔

۱۔ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی ۲۔ مولانا مسعود عالم صاحب ندوی ۳۔ محمد عبد الجبار صاحب غازی

۴۔ نعیم صدیقی صاحب ۵۔ چودھری علی احمد خاں صاحب۔

اس کمیٹی کے داعی (CONVENER) چودھری علی احمد خاں صاحب ہوں گے یہ کمیٹی شوال ۶۹ھ کے اواخر تک مسودہ کو مکمل کر کے امیر جماعت کے حوالے کر دے۔

قرارداد نمبر ۷:۔

دستور جماعت اسلامی پاکستان کی ترمیم و ترتیب جماعت کے موجودہ دستور میں عرصے سے ترمیم اور اضافے کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ جن حالات میں موجودہ دستور مرتب کیا گیا تھا وہ بہت حد تک بدل چکے ہیں۔ اس لئے دستور پر از سر نو غور کرنے اور ضروری ترمیمات اور اضافے تجویز کرنے کے لئے حسب ذیل ارکان پر مشتمل کمیٹی منتخب کی جائے گی۔

۱۔ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی ۲۔ محمد عبد الجبار صاحب غازی ۳۔ طفیل محمد صاحب قیم جماعت

اس کمیٹی کے داعی (CONVENER) طفیل محمد صاحب قیم جماعت ہوں گے۔ یہ کمیٹی دستور کا مسودہ اگست کے آخر تک مرتب کر کے امیر جماعت کے روبرو پیش کر دے۔ اور اس کے بعد یہ مسودہ ارکان اور ہمدردوں کے اظہار رائے کے لئے شائع کر دیا جائے۔ پھر ارکان کے اجتماع عام میں اس کو پاس کرا کے اسے باقاعدہ دستور جماعت کی شکل دیدی جائے

قرارداد نمبر ۸:۔

تربیت ارکان کا مسئلہ جماعت اس وقت جن حالات سے دوچار ہے اور جو کام اس کے پیش نظر ہیں ان میں اب اس بات کا موقع نہیں ہے کہ ارکان کی تربیت کے لئے پہلے کی طرح باقاعدہ تربیت گاہیں قائم کی جائیں اب ارکان کی تربیت جو کچھ بھی ہوگی وہ ان کاموں ہی کے دوران میں ہوگی۔ جو آج جماعت کے پیش نظر ہیں

قرارداد نمبر ۹:۔

تحقیقی شعبے کا قیام کوشش کی جائے کہ ارکان اور ہمدردان جماعت میں سے دو دو چار چار یا اس سے زائد افراد پر مشتمل ایسے گروپ بنا دیئے جائیں جو مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق علمی مسائل پر تحقیق و مطالعہ کا کام شروع کریں۔ اور امیر جماعت ہر گروپ کی صلاحیتوں اور دلچسپیوں کے مطابق ان کے لئے مختلف موضوعات تجویز کر دیں۔ مثلاً دستوری مسائل، ملک کے داخلی مسائل، خارجہ پالیسی اور اشتراکیت وغیرہ

قرارداد نمبر ۱۰:۔

رابطۂ عوام کا مسئلہ (ا) مختلف مقامات پر جس جس طریق سے جماعت کے کارکن خدمتِ خلق کے عوامی کام کر رہے ہیں ان کی رپورٹیں مرکز میں طلب کی جاتی رہیں اور ان سے تمام حلقوں کو مطلع کیا جائے، تاکہ جہاں جہاں اس قسم کا کوئی کام نہیں ہو رہا ہے وہاں کے کارکن ان رپورٹوں سے رہنمائی حاصل کر کے حسبِ حالات مناسب کاموں کا آغاز کر سکیں۔

(ب) ہمدردوں اور متفقین کی فہرستیں مرتب کرنے اور ان سے باقاعدہ فارم پُر کرانے کی جو مہم آج سے دو سال قبل شروع کی گئی تھی اس کی طرف پوری توجہ کی جائے۔ اور سوسائٹی کے اندر ان تمام مردوں اور عورتوں کو جو جماعت کے نصب العین اور طریقِ کار سے متفق ہوں متفقین میں، اور جو جماعت کے نظم میں اپنے آپ کو پوری طرح شریک کئے بغیر جماعت کے کاموں میں حصہ لینے کے لئے تیار رہیں انہیں ہمدردوں میں شامل کر لیا جائے۔

نوٹ:۔ مقامی رپورٹوں میں جو ماہوار، سہ ماہی وار یا سالانہ اضلاع، حلقوں اور مرکز کو بھیجی جائیں ان میں ہمدردوں اور متفقین کی صرف تعداد کا اندراج کافی ہے۔ ان کے نام درج کرنے کی ضرورت نہیں۔

قرارداد نمبر ۱۱:۔

علیحدگیٔ ارکان یہ محسوس کیا گیا ہے کہ جماعت سے علیحدہ شدہ ارکان کی اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے بعض مقامات پر کچھ الجھنیں پیدا ہوتی ہیں اس لئے آئندہ کے لئے یہ طے کیا جاتا ہے کہ جو لوگ جماعت سے الگ ہوں یا الگ کئے جائیں ان کی اطلاع تمام جماعتوں اور منفرد ارکان کو ہر مہینے بھیج دی جایا کرے۔ عام اعلان کرنے کی ضرورت نہیں۔ الّا یہ کہ کوئی علیحدہ شدہ شخص اپنی سابق حیثیتِ رکنیت کو ناجائز فائدہ اٹھانے کا ذریعہ بنائے۔ یا اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ ایسا کریگا۔

قرارداد نمبر ۱۲:۔

بیرونی ممالک میں دعوت کا کام (۱) مولانا مسعود عالم صاحب ندوی رئیس دارالعروبہ کے سفرِ عراق، نجد و حجاز وغیرہ کی روداد کے بعد مجلس شوریٰ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ بیرونی ممالک میں دعوتِ اسلامی کو پھیلانے کے پورے کام کو مولانا ئے موصوف ہی کی تحویل میں دیدیا جائے۔ خصوصاً انہیں انڈونیشیا میں دعوت کو پہنچانے کے لئے

ضروری ذرائع و وسائل اختیار کرنے پر متوجہ ہونا چاہیئے

(ب) آئندہ سال سے حج کے موقعہ پر ایک وفد اس غرض کے لئے بھیجا جایا کرے کہ وہ دنیا کے مختلف حصوں سے آنے والے لوگوں کو تحریک اسلامی سے متعارف کرائے اور ان کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے کہ وہ بھی اپنی اپنی جگہ اقامتِ دین کی منظم سعی کا آغاز کریں۔

قرارداد نمبر (۱۳)

ہندوستان اور دوسرے غیر ممالک کی جماعتہائے اسلامی کے ارکان کی حیثیت:

ہندوستان اور دوسرے غیر ممالک کی جماعت ہائے اسلامی کے ارکان کے بارے میں جماعت کی پالیسی اب تک یہ تھی کہ اگر وہ وہاں سے ترکِ وطن کرکے پاکستان آئیں تو ان کے محض یہ ثابت کر دینے پر کہ وہ وہاں کی جماعت اسلامی کے رکن تھے انھیں جماعت میں لے لیا جاتا تھا۔ لیکن اب مجلسِ شوریٰ نے تمام حالات پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ (۵ جون ۱۹۵۵ء سے) ایسے تمام لوگوں کو جماعت میں شامل کرنے سے پہلے حسبِ ذیل دو باتوں کا اطمینان بہرحال ضروری ہے:-

(۱) یہ کہ وہ دستورِ جماعت اسلامی پاکستان کی رو سے جماعت کی رکنیت کے لئے موزوں ہیں۔

(۲) یہ کہ جس ملک سے منتقل ہو کر وہ آئے ہیں وہاں کی جماعتِ اسلامی کے نظم کو توڑ کر نہیں بلکہ اس کی اجازت سے آئے ہیں۔

قرارداد نمبر (۱۴)

مرکزی بیت المال کی امداد کا مسئلہ:

مرکزی بیت المال کی امداد کے لئے ستمبر ۱۹۵۴ء میں مجلسِ شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ

(۱) ماتحت بیت المالوں سے ان کی آمدنی کا جو دس فی صدی حصہ وصول کیا جاتا ہے اسے بڑھا کر بیس فی صدی کر دیا جائے (اور اس کے علاوہ)

(۲) ہر رکن کے ساتھ ایک ہمدرد کو ملا کر جملہ دو آدمیوں کی فی کس دس روپے کے حساب سے مرکزی بیت المال میں جلد از جلد اعانت روانہ کی جائے۔

شق نمبر(۲) میں مذکورہ امداد اس دوران میں صرف ایک مرتبہ وصول کی گئی ہے۔

اب اس بارے میں مجلسِ شوریٰ نے اپنے اس اجلاس میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ ماتحت بیت المالوں میں سے انکی آمدنی کا حصہ وصول کرنے کا قاعدہ ساقط کر دیا جائے اور وہ اپنی ساری آمدنی اپنے ہی کاموں کو بڑھانے اور ترقی دینے پر صرف کریں۔ مرکزی بیت المال کی امداد کے لئے مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مجلس کے ستمبر ۴۹ء والے مذکورہ بالا فیصلے کی شق نمبر(۲) کے مطابق ہر رُکن جماعت پر لازم کیا جائے کہ وہ ہر سہ ماہی میں بیس روپے مرکزی بیت المال کی اعانت کے لئے ادا کرے اور اس رقم کی فراہمی کے لئے ارکان کو قریبی ہمدردوں اور اپنے دوسرے متعلقوں سے بھی مدد حاصل کرنے کی اجازت دی جائے۔

قرارداد نمبر(۱۵)

کُل پاکستان اجتماعِ عام کا مسئلہ:

اکتوبر ۵۰ء میں جماعت کا ایک کُل پاکستان اجتماعِ عام منعقد کیا جائے۔ اس اجتماع سے پہلے امیر جماعت اور مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کم سے کم مغربی پاکستان کا تفصیلی دورہ مکمل کرنے کی کوشش کریں۔

قیم جماعت اسلامی پاکستان

زیادہ کون اس بات کو چاہے گا کہ دونوں ہمسایہ ملکوں میں مضبوط دوستانہ روابط قائم ہوں۔ لیکن اس کے باوجود ہم نے یہ کبھی پسند نہیں کیا کہ کسی ملک سے ہمارے دوستانہ یا مخالفانہ تعلقات کی بنیاد اینگلو امریکن بلاک کے اشارے پر ہو۔ ہمیں یہ سب کچھ اپنے نقطۂ نظر کے تحت کرنا چاہیئے اور ان معاملات میں ملک اور قوم کے اقتصادی مصالح اور دین کے مطالبات و مقتضیات ہمارے پیشِ نظر رہنے چاہئیں۔ ہم چاہے کسی ملک سے دوستی کے کتنے ہی خواہشمند ہوں، لیکن ہمیں صرف وہی کچھ کرنا چاہیئے جو ہماری قومی خودداری اور اسلام کے اشاروں کے مطابق ہو، اپنا راستہ دیکھنے کے لئے اگر اپنی آنکھیں بے نور ہو جائیں تو پھر وہی حالت ہوتی ہے کہ من لم یجعل اللہ نوراً فما لہ من نور۔ ایسے لوگ جن کا تکیہ دوسروں کی آنکھوں اور دوسروں کی روشنی پر ہو وہ ہمیشہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔

ابھی ابھی ہندوستان اور پاکستان میں دوستانہ تعلقات کا جو معاہدہ ہوا ہے بطورِ مثال اسی کو لیجئے۔ اس مبارک سے مبارک اقدام کے متعدد پہلو خطرناک ہیں۔ اس معاہدے میں بلا وجہ اسلامی نظام کے تصور پر ضرب لگائی گئی ہے۔ ہمارے وزیر اعظم نے اس معاہدے میں پنڈت نہرو کے سامنے یہ وضاحت کردی ہے کہ بابا! ہماری اور تمہاری جمہوریت میں فرق کیا ہے اور موجودہ دور میں مغربی جمہوریت کے سوا اور کس نمونے پر حکومت چلائی جا سکتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جن دونوں قوموں کے اکابر کی شکل و شباہت میں، طور طریق میں، زندگیوں کے نقشے میں اور معاشرتی رجحانات میں کوئی اصولی فرق نہ ہو ان کے لئے باہم اس قسم کی باتوں کا باور کرانا کیا مشکل ہے۔ چنانچہ کہا گیا کہ چند سر پھرے کٹھ ملاؤں کی باتوں کو کیوں پکڑتے ہو، یہ کوئی ساری قوم کی آواز تو ہے نہیں، کچھ لوگ شور مچا رہے ہیں، انھیں شور مچانے دو۔

یہ جانتے ہیں کہ اسلامی نظام کا مطالبہ ایک زندہ حقیقت ہے اور اب قوم کو اس سے منحرف نہیں کیا جا سکتا۔ اس حقیقت کو نظر انداز کرنا اب بڑا مشکل کام ہے۔ لیکن پھر بھی ہندوستان اور امریکہ میں جا کر اس طرح کی باتیں کی جاتی ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک قربان کرنے کی سب سے ارزاں چیز اسلام ہے اور یہی اس کی قربانی دینے میں بڑے فیاض واقع ہوئے ہیں۔

پھر آپ مسئلہ کشمیر کو لیجئے۔ اس معاملے میں ہنوز روزِ اول کی کیفیت ہے۔ یہ تو مصلحت کے خلاف ہوگا کہ اس سلسلے میں کوئی پیشگوئی کی جائے۔ لیکن جس طریقے اور جس رفتار سے یہ مسئلہ حل کیا جا رہا ہے اس کے پیشِ نظر